دُنیاوی تکلیفوں کی حقیقت

مدرس : پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ زُھَیْرٍ ؓ قَالَ : اُخْبِرْتُ اَنَّ اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ الصَّلَاحُ بَعْدَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ : ﴿لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَھْلِ الْکِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ﴾ فَکُلَّ سُوْءٍ عَمِلْنَا جُزِیْنَا بِہٖ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یَا اَبَابَکْرٍ ' اَلَسْتَ تَمْرَضُ؟ اَلَسْتَ تَنْصَبُ؟ اَلَسْتَ تَحْزَنُ؟ اَلَسْتَ تُصِیْبُکَ اللَّاْوَاءُ؟)) قَالَ: بَلٰی ' قَالَ:((فَھُوَ مَا تُجْزَوْنَ بِہٖ)) [مسند احمد]

''ابوبکر بن ابوزہیر ؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اس آیت کے بعد کیسے بچاؤ ہوگا: ''تمہاری اور اہل کتاب کی خواہشوں کے مطابق نہیں ہوگا' بلکہ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کی سزا ملے گی''پس ہم نے جو بھی برائی کی ہوگی اس کی سزا ملے گی؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ آپ کو معاف کرے اے ابوبکرؓ! کیا آپ بیمار نہیں ہوتے؟ کیا آپ کو تھکاوٹ نہیں ہوتی؟ کیا آپ کو غم نہیں آتے؟ کیا آپ کو تکالیف نہیں آتیں؟'' انہوں نے عرض کیا: یہ تو ہے! اس پر آپؐ نے فرمایا: ''پس یہ بدلہ ہے آپ کی برائیوں کا''۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حد درجہ مہربان ہے۔ اُس نے سیدھی راہ پر چلنے کے لئے انسانوں کی الہامی کتابوں کے ذریعے راہنمائی کی۔ آخری الہامی کتاب قرآن کریم ہے جو جامع تعلیمات پر مشتمل ہے اور لوگوں کے لئے حق و صداقت کی روشن دلیل ہے۔ پھر اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے' تاکہ حق خالص ترین صورت میں لوگوں کے سامنے رہے اور وہ آسانی سے حق و باطل کے درمیان پہچان کر سکیں۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے برگزیدہ بندوں کو دنیا میں بھیجا تاکہ وہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں' راہِ ہدایت کی طرف راہنمائی کریں اور الٰہی تعلیم کو عملی طور پر اپنا کر لوگوں پر حجت قائم کریں۔

لوگ دو قسم کے ہوئے ہیں۔ کچھ وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو قبول کیا اور انبیاء و

رُسل کی پیروی اختیار کی۔ یہ لوگ مسلم کہلائے۔ کچھ وہ جنہوں نے پروردگار کی بھیجی ہوئی راہنمائی کو قبول نہ کیا اور انبیاء پر ایمان نہ لائے۔ ایسے لوگ کافر ٹھہرے۔

کافر گمراہی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ وہ بنیادی حقیقت کو ماننے سے انکاری ہیں' لہٰذا ان کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ (الکھف) ''پس اُن کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت کے روز اُن کے لئے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے''۔ یعنی کافر کا کوئی عمل حسن قرار نہیں پاتا۔

رہے مسلمان تو وہ ایمان کی نعمت سے بہرہ ور ہیں۔ وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی اور بدی میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ مگر کوئی مؤمن ایسا نہیں کہ اُس سے معصیت کا ارتکاب نہ ہو۔ یہ اس لئے کہ خود انسان کی فطرت میں کمزوری رکھ دی گئی ہے۔ از روئے ارشادِ ربانی: ﴿وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾ (النساء) ''اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔'' پھر دنیا کی زینت اور کشش اسے برائی پر آمادہ کرتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شیطانِ لعین ہر وقت اُس کو دھوکہ دینے میں لگا ہوا ہے۔ ان حالات میں مؤمن سے بھی بدی کے ارتکاب کا امکان ہر وقت موجود ہے اور گناہ پر سزا کی وعید ہے۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ: ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ......﴾ (النساء:۱۲۳) ''جو کوئی برائی کرے گا اسے اُس کی سزا ملے گی'' تو صحابہ کرام ﷺ کے اندر تشویش پیدا ہوئی کہ اگر ہر برائی پر سزا ہے تو پھر سزا سے کون بچے گا۔ چنانچہ زیرِ درس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہم نے جو بھی برائی کی ہوگی اس کی سزا ملے گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ ''اللہ آپ کو بخشے! کیا آپ کبھی بیمار نہیں ہوئے؟ کیا آپ کو کبھی درد نہیں ہوا؟ کیا آپ کو غم نہیں آتے؟ کیا آپ کو تکلیفیں نہیں آتیں؟'' حضرت ابوبکر ؓ نے عرض کیا کہ یہ تو ہے! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس یہ بدلہ ہے آپ کی برائیوں کا''۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ چنانچہ اہل ایمان کے گناہوں کی بخشش کے لئے ایک صورت یہ بھی رکھ دی گئی کہ دنیاوی تکالیف کے بدلے میں اہل ایمان کی خطائیں معاف کر دی جائیں۔ مؤمن جب بیمار ہوتا ہے تو اُس کے گناہ جھڑتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مردِ مؤمن کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے' مرض سے یا اُس کے علاوہ' اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح خزاں رسیدہ درخت اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے''۔ (بخاری و مسلم) چنانچہ

رسول اللہ ﷺ جب کسی بیمار کی تیمارداری کے لئے جاتے تو اسے تسلی دیتے ہوئے فرماتے کہ یہ بیماری تمہارے گناہوں کو دور کر دے گی۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ)

''اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کسی قدر خوف سے' بھوک سے اور جانی اور مالی نقصان سے۔ تو (ان مشکلات میں) صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے' (وہ ایسے لوگ ہیں) کہ جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔''

صبر کرنے والے کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ دکھ اور تکلیف میں حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتے اور ناسازگار حالات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی سمجھتے ہیں اور ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور ایسا کرنے والوں کے گناہ مٹتے اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے بعض ایمان والے بندوں یا ایمان والی بندیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب اور حوادث آتے رہتے ہیں' کبھی اس کی جان پر' کبھی اس کے مال پر' کبھی اس کی اولاد پر (اور اس کے نتیجہ میں اس کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں)' یہاں تک کہ مرنے کے بعد وہ اللہ کے حضور اس حال میں پہنچتا ہے کہ اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں ہوتا''۔ (جامع ترمذی)

اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے۔ وہ اگر چاہے تو بغیر کسی عمل کے بھی بندے کو بلند درجہ عطا کر سکتا ہے۔ لیکن حکمت کا تقاضا ہے کہ بندہ اپنے اعمال واحوال کے لحاظ سے جس درجہ کا ہو اُسے اسی درجہ میں رکھا جائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اگر کسی وجہ سے (جسے وہ خود بہتر جانتا ہے) کسی بندے کو بلند درجہ عطا کرنے کا ارادہ کر لے جس کا وہ اپنے اعمال کی بدولت مستحق نہ ہو تو اسے مصائب' تکلیف یا بیماری کے ذریعہ آزمائش میں ڈالتا ہے اور پھر اسے صبر کی توفیق دے کر اعمالِ حسنہ کی کمی کو پورا کر دیتا ہے اور اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ محمد بن خالد السلمی اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی بندۂ مؤمن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا بلند مقام طے ہو جاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے نہیں پا سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی جسمانی یا مالی تکلیف میں یا اولاد کی طرف سے کسی صدمہ یا پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے'

پھر اُس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے' یہاں تک کہ اسے اس بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے جو اُس کے لئے پہلے سے طے ہو چکا ہوتا ہے''۔ (مسند احمد' سنن ابی داؤد)

قرآن مجید میں ہے کہ دنیا دھوکے کا سودا ہے۔ یعنی دنیا میں جو خوشحال نظر آ رہا ہے وہ حقیقت میں خوشحال نہیں ہے۔ کیونکہ اگر تو وہ اس خوشحالی میں اللہ کے احکام کی پابندی کر رہا ہے تو پھر تو اُس کے لئے اجر وثواب ہے' ورنہ وہی خوشحالی اس کے لئے عذاب کا باعث بن جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عسرت اور پریشانی میں زندگی گزار رہا ہے تو وہ اگر اس حال میں صبر کا رویہ اختیار کرتا ہے اور حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتا تو بڑے اجر کا مستحق بنتا ہے' ورنہ بے صبری کا رویہ اُسے بہت بڑے اجر سے محروم کر دیتا ہے۔ چنانچہ جب دنیا میں مبتلائے مصیبت رہنے والوں کو اُن کے صبر کے بدلہ میں اجر وثواب سے نوازا جائے گا تو وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں سکھ اور چین کی زندگی گزاری ہوگی' حسرت کریں گے کہ کاش وہ بھی دنیا کی زندگی میں مصائب وآلام میں مبتلا ہوتے رہتے اور آج ان کا اجر پاتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جب ان بندوں کو جو دنیا میں مبتلائے مصائب رہے' ان مصائب کے عوض اجر وثواب دیا جائے گا تو وہ لوگ جو دنیا میں ہمیشہ آرام اور چین سے رہے' حسرت کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں''۔ (جامع ترمذی)

دنیا کے دکھ اور تکلیف کے بدلے میں ملنے والے اجر وثواب کے متعلق معلوم ہو جانے کے بعد عسرت' تکلیف اور بیماری کی خواہش کرنا جائز نہیں' کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ مصیبتوں میں مبتلا کر کے ہی گناہ بخشے' وہ تو ہر طرح کا اختیار رکھتا ہے۔ جس کو وہ چاہے بخشے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت طلب کرنی چاہئے' کیونکہ جسم وجان کی حفاظت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ ہاں اگر بندہ مبتلائے مصیبت ہو جائے تو پھر ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ﴾ (التغابن: ۱۱) ''کوئی مصیبت نہیں آتی مگر اللہ کے حکم سے'' کے پیشِ نظر اس مصیبت کو اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم کی طرف سے سمجھے اور صبر سے کام لے' اللہ کی یاد سے مُنہ نہ موڑے' شکوہ وشکایت نہ کرے' بلکہ اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھے تو یہ صحیح طرزِ عمل ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ معذور لوگ بھی اپنی استطاعت کے مطابق تمام احکامِ خداوندی کے پابند ہیں۔ صرف انہی امور سے مستثنیٰ ہیں جن پر وہ کسی صورت عمل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نابینا صحابی کو بھی مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کا ارشاد فرمایا' اگر اس کے کان میں اذان کی آواز سنائی دیتی ہو۔ OO